

نظم: اے وادیِ لولاب

بند 1

پانی تیرے چشموں کا تڑپتا ہوا سیماب
مرغانِ سحر تیری فضاؤں میں ہیں بیتاب

اے وادیِ لولاب

نظم کا پس منظر اور تشریح: وادیِ لولاب ضلع کپواڑہ مقبوضہ کشمیر میں واقع ہے جو بہت خوبصورت ہے اس نظم میں اقبال نے ایک خیالی کردار "ملا زادہ ضیغم لولابی" پیش کیا ہے جس کا تعلق کشمیر کی وادیِ لولاب سے ہے۔ اس نظم کا مقصد کشمیریوں کو ہندو راجہ کی غلامی سے آزاد ہونے کی تلقین اور اُن کو آزادی کی قدر و قیمت بتانا اور اُن کی سُئی ہوئی صلاحیتوں کو جگانا ہے۔

شاعر کا انداز تحریر: شاعر کا انداز بیان سادہ اور دل کو چھو لینے والا ہے اس بند میں تشبیہ اور استعارے کا استعمال کر کے پرندوں اور پانی میں ہلچل اور جذبے کی عکاسی کی ہے

قدرتی مناظر کو بہت خوبصورتی سے تصویری صورت میں پیش کیا ہے اور وادیِ لولاب سے خطاب کیا ہے جس سے وادی کی انفرادیت میں اضافہ ہو گیا ہے۔
تشریح اور فنی محاسن:

تشریح طلب بند تین مصرعوں پر مشتمل ہے جو ہمت کے اعتبار سے مثلث ہے۔

اس بند میں اقبال نے چشموں کے تڑپتے ہوئے پانی کو سیماب یعنی پارے سے تشبیہ دی ہے جو کہ متحرک اور بے چین ہوتا ہے یہ چشمے کی روانی اور زندگی سے بھرپور حرکت کو ظاہر کرتا ہے اور "مرغانِ سحر" کو اہل علم اور بصیرت رکھنے والوں کے لیے استعارے کے طور پر استعمال کیا ہے اقبال نے خطاب یہ انداز اپناتے ہوئے وادیِ لولاب اور اُس میں رہنے والے باشندوں کو مخاطب کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اے لولاب کی وادی تیرے چشموں کا پانی پارہ کی طرح سفید، تڑپتا ہوا اور شفاف ہے اور تیری فضاؤں میں صبح کے وقت چہکنے والے پرندے اڑتے پھرتے ہیں۔ بقول شاعر:

یہ شعلہ، یہ شبنم، یہ مٹی، یہ سنگ یہ جھرنوں کے بجتے ہوئے جل ترنگ

اقبال کشمیری باشندوں سے مخاطب ہیں کہ تمہاری وادی کی دلکشی بہت زیادہ ہے یہاں ہر شے صاف اور شفاف ہے اس وادی میں کئی دریا بہتے ہیں جس میں نہر لولاب بھی شامل ہے جو سیاحوں کے لیے کشش کا باعث ہے وادیِ لولاب تاریخی اعتبار سے بہت اہمیت رکھتی ہے یہاں کی ثقافت، رسم و رواج اور زبان بہت خوبصورت ہے۔

شاعر کہتا ہے یہاں کی فضا اس قدر مسرت انگیز اور معطر (خوشبودار) ہے کہ جو باقی مخلوقات کو گیت گانے پر مجبور کرتی ہے لیکن کاش! کے اس ملک کے لوگ غلامی کی زنجیروں سے آزاد ہوں اور وادی کے باشندے سکھ کا سانس لے سکیں۔ لیکن اس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ایسے خوبصورت ملک کے باشندے غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ بقول شاعر:

آج وہ کشمیر ہے محکوم و مجبور و فقیر کل جسے اہل نظر کہتے تھے ایرانِ صغیر

گر صاحبِ ہنگامہ نہ ہو منبر و محراب

بند 2

دیں بندہ مومن کے لیے موت ہے یا خواب

اے وادی لولاب

تشریح: تشریح طلب بند تین مصرعوں پر مشتمل ہے جو ہیئت کے اعتبار سے مثلث ہے۔ اقبال نے اس بند میں خطابہ انداز بیان استعمال کیا ہے اقبال نے اردو اور فارسی میں ولولہ انگیز شاعری کی اور اُمتِ مسلمہ کو خوابِ غفلت سے بیدار کیا۔ اس بند میں اقبال نے "صاحب ہنگامہ" کا استعارہ متحرک اور سرگرم مسلمان کے لیے استعمال کیا ہے اور "منبر و محراب" بطور مرکب عطفی "استعمال کیے ہیں اور ساتھ ہی منبر کنایہ ہے علمائے اور محراب کنایہ ہے نماز اور دیگر ارکان اسلام سے اور دین کو موت یا خواب سے تشبیہ دی ہے۔ اس بند میں اقبال نے "منبر و محراب" کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے اور بتایا ہے کہ اگر وہاں ایک متحرک اور سرگرم مسلمان یا عالم موجود نہیں تو دین بندہ مومن کے لیے بے جان ہے۔ اقبال وادی لولاب سے مخاطب ہیں، کہتے ہیں کہ اگر تمہاری عبادت گاہیں اصل دین کی تعلیمات کو فروغ نہیں دے رہیں، اگر تمہاری نمازیں تمہیں برائی سے نہیں روکتیں، اگر تمہارے روزے تمہارے اندر تقویٰ پیدا نہیں کرتے، اب حج کرنے سے تمہارے اندر کوئی انقلاب نہیں آتا، اب قربانی تمہاری باطنی اصلاح نہیں کرتی، اگر مساجد کے امام اور خطیب اپنے دلوں میں اسلام کے لیے محبت اور تڑپ نہیں رکھتے تو سب بے کار ہیں اگر مسجد کے منبر اور محراب سے لوگوں میں آزادی اور جہاد کا ولولہ پیدا کرنے کی آوازیں بلند نہیں ہوتیں تو پھر ایسا دین بندہ مومن کی موت ہے یا خواب ہے یعنی پھر تو زندگی کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے ایسے مسلمان غفلت کی نیند سو رہے ہیں یا ہاتھ پر ہاتھ دھرے ایک روشن مستقبل کا خواب دیکھنے میں مصروف ہیں بقول شاعر:

بجھی عشق کی آگ، اندھیرا ہے مسلمان نہیں، راہ کا ڈھیر ہے

اقبال کہتے ہیں کہ اگر دین میں زندگی اور جوش نہ ہو تو بندہ مومن کے لیے دین بے معنی ہو جاتا ہے۔ یہ حالت یا تو موت کی طرح ہوتی ہے یا خواب۔ یعنی دین سے دُوری اور روحانی زوال خواب کی مانند یعنی بے عملی اور غفلت کی نیند ہے۔ اقبال اس شعر کے ذریعے وادی کو یاد دلانا چاہتے ہیں کہ اگرچہ اس وادی میں رہنے والے کشمیری مسلمان خوبصورت ثقافت اور تہذیب رکھتے ہیں مگر اُس میں جوش اور زندگی کی کمی ہو تو یہ روحانی طور پر مُردہ حالت کی نشانی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ اے وادی لولاب! کاش کہ تیرے علماء، خطیبوں اور اماموں میں دین کی سمجھ پیدا ہو جائے اور تیرے باشندے بھی عقل و شعور کے ساتھ عملی طور پر اپنے لیے پُر سکون زندگی کا حصول ممکن بنائیں اور کامیابی کی منازل طے کر سکیں۔ بقول شاعر:

کبھی اے نوجواں مسلم! تدبر بھی کیا تو نے وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارہ

ہیں ساز پہ موقوف نواہائے جگر سوز

بند 3

ڈھیلے ہوں اگر تار بے کار ہیں مضرب

اے وادی لولاب

تشریح: اقبال نے اپنی شاعری کے ذریعے ملتِ اسلامیہ کے تنِ مردہ میں زندگی کی لہر دوڑادی اور اپنے اثر انگیز کلام سے عالم اسلام کو گراں خوابی سے بیدار کیا۔ اس بند میں شاعر نے "ساز" کو روحانی کیفیت اور "نوائے ہائے جگر سوز" کو انسانی جذبات، احساسات اور خیالات کے لیے بطور استعارہ استعمال کیا

ہے اور "ڈھیلے تاروں کو انسانی کمزوریوں کے لیے استعارہ اور بے کار مضرب" کے استعارے کے ذریعے انسان کی کمزوریاں اور ناکامیاں بیان کی ہیں۔ کہ اگر انسان کی روحانی کیفیت ٹھیک نہ ہو تو اس کی کوششیں اور محنت بے کار ہو جاتی ہیں

اس بند میں اقبال نے ایک مثال کے ذریعے کہا ہے کہ اگر ساز کے سارے تار مضبوط نہ ہوں تو ان سازوں سے دل و جگر کو تڑپا دینے والے گیت پیدا نہیں ہوتے چاہے جتنا مرضی قیمتی مضرب انگلی میں پہن لیں۔ ان کے مطابق دل کو چیر دینے والے، اثر انگیز اور موثر نغمے (خیالات، احساسات، جذبات) اس وقت ممکن ہیں جب ان کے پیچھے مکمل اور صحیح ساز موجود ہو (یعنی لولاب کی وادی کے باشندے روحانی طور پر بیدار ہوں) اور ساز کے سبھی تار مضبوط اور سخت ہوں۔ یعنی انسان کی روحانی حالت ٹھیک نہ ہو تو وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اقبال وادی لولاب کے باشندوں کو یہ نصیحت کرتے ہیں کہ جب تک اسلامی تعلیمات اور غلامی کی قید سے نکلنے کا جذبہ تمہارے دل کے تاروں کو نہیں چھیڑے گا اُس وقت تک تمہارے اندر مثبت تبدیلی نہیں آسکتی۔ دل اگر اللہ کی محبت سے سرشار ہوں، اہل وطن سے خلوص اور ہمدردی کے جذبات ہوں اور اپنی دھرتی سے محبت ہو تو تب ہی اس کے لیے اقدامات کیے جاسکتے ہیں۔ بقول شاعر:

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

اسی لیے وادی لولاب کے باشندوں کو بھی اپنے دلوں میں جوش و جذبہ اُجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر وہ اپنے اندر دین کا صحیح جذبہ اور تڑپ پیدا نہیں کریں گے تو دین ان لوگوں میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا اور نہ ہی ان کے رہنماؤں، علما اور صوفیائیں بھی۔ اقبال نے اس بند میں اس بات پر زور دیا ہے کہ اگر انسان کی اخلاقی اور روحانی حالت دُست نہ ہو تو اُس کی محنت اور کوشش بے سوز ہے جیسے ایک ساز جس کے تار ڈھیلے ہوں اور مضرب جس سے کوئی خوبصورت نغمہ پیدا نہ ہو سکے۔ اس لیے اپنی خودی کے تار کس لو یعنی اپنی خودی کو مستحکم کر لو تا کہ تم میں جہاد کا جذبہ اور جذبہ آزادی پیدا ہو۔

ملا کی نظر نورِ فراست سے خالی ہے

بند 4

بے سوز ہے مے خانہ صوفی کی مئے ناب

اے وادی لولاب

الفاظ معانی: نورِ فراست (مركب اضافی)؛ عقل کی روشنی، بے سوز: جس میں حرارت نہ ہو، مے خانہ: شراب خانہ، مئے ناب: خالص شراب تشریح: اقبال کا اندازِ بیان سب سے منفرد اور اثر انگیز ہے۔ اس بند میں شاعر نے ملا کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے کیونکہ اُن کا علم محدود اور اندازِ نظر میں وسعت اور دُور اندیشی نہیں۔ اقبال کے خیال میں دین کی رسوائی کا دوسرا سبب مسلمان رہنما ناقص ہیں اور پہلا سبب خودی کے تار ڈھیلے ہیں یعنی ملا کی نظر میں بصیرت اور حکمت کی کمی ہے۔ اس لیے کہتے ہیں کہ اے وادی لولاب! تیرے علاقے کے علما اور ملا بصیرت کے نور سے محروم ہیں۔ اس بند کے دوسرے مصرعے میں شاعر نے "مے سوز" اور "مے ناب" کے استعارے کے ذریعے ملا کی محفل کی بے روح حالت بیان کی ہے دوسرے مصرعے میں شاعر کہتا ہے کہ ان صوفیوں کے مئے کدے (مدرسے) میں ربِ حقیقی کی محبت اور معرفت کی شراب (صحیح دینی علم) نہیں ہے وہ شراب جسے پی کر مسلمان عشقِ حقیقی میں دُوب کر دُنيا اور اس کی لذتوں سے کنارہ (الگ) ہو جائیں۔ بیدار ہوں اور جو قوم کی حالت کو بہتر بنا سکے۔ اقبال قوم کے زوال کی وجہ اسلام اور اللہ سے دُوری کو قرار دیتے ہیں۔ مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے دو لوگ ہیں ملا اور صوفی۔ لیکن کیفیت یہ ہے کہ وہ بصیرت کے نور سے محروم ہیں یعنی ملا کی صحبت میں بیٹھنے سے ایمان کا رنگ پیدا نہیں ہوتا اور صوفی کی مجلس میں حاضری دو تو عشقِ رسول ﷺ پیدا نہیں ہوتا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ دونوں ایمان اور قرآن سے دُور ہو

گئے ہیں اور زندگی کے اہم مسائل اُن کی نظر سے پوشیدہ ہوئے ہیں کیونکہ اسے اُن کی طرف متوجہ ہونے کی فرصت ہی نہیں ملتی اور ساری عمر بحثوں میں گزر جاتی ہے انھیں احساس ہی نہیں ہوتا کہ آج ہماری قوم کن مسائل سے دوچار ہو رہی ہے۔ اب رہے صوفی تو ان کی قدامت پرستی کا یہ عالم ہے کہ باپ کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا گدی نشین ہو جاتا ہے نہ وہ یہ سوچتا ہے کہ جب میرے اندر خود کوئی روحانیت نہیں ہے تو میں قوم کی اور مریدوں کی کیا اصلاح کروں گا نہ مرید سوچتے ہیں کہ مسند شا کوئی دنیاوی بادشاہت تو ہے نہیں کہ باپ کے بعد بیٹا جانشین ہو جاتا ہے خواہ وہ کتنا ہی نالائق کیوں نہ ہو۔ پھر یہ اندھا دھند تقلید معرفت کی شراب کیسے مہیا کر سکتی ہے۔

بند 5

بیدار ہو دل جس کی فغانِ سحری سے

اس قوم میں مدت سے وہ درویش ہے نایاب

اے وادی لولاب

الفاظ معانی: بیدار: جاگنا ، فغانِ سحری: صبح کے وقت کی فریاد ، درویش: فقیر یا روحانیت کا علم بردار ، نایاب: ناپید، کم میسر آنے والا تشریح: پہلے مصرعے میں شاعر نے دل کی بیداری کو "فغانِ سحری" سے تشبیہ دی ہے جو روحانی بیداری کی علامت ہے اور دوسرے مصرعے میں "درویش" کا استعارہ استعمال کیا گیا ہے جو ایک روحانی طور پر بیدار انسان ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ یہ سچ ہے کہ مسلمانوں کے زوال کی وجہ اسلام سے دوری اور علما کی رہنمائی کی کمی ہے۔ اس بند میں اقبال کہتے ہیں کہ آج وادی لولاب ایسے درویشوں سے خالی ہے جن کی صدا سے دل بیدار ہو جاتے ہیں درویش خود بھی دنیا کی رنگینیوں سے بے پرواہ ہوتا ہے اور معاشرے کو بھی خالص اللہ کے لیے وقف کر دینے کا کام کرتا ہے۔

مرد درویش صبح کے وقت اللہ کے حضور جو نالہ و فریاد کرتا ہے تو اُس کی صحبت میں بیٹھنے والے بھی روحانی طور پر فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ان کے دل دنیاوی خداؤں سے ہٹ کر ایک اللہ کے ہو جاتے ہیں۔ اقبال ملا ضیغ کی زبانی افسوس کرتے ہیں کہ اب وہ مرد خدا نظر نہیں آتے جو صفاتِ کاملہ کے حامل ہوں اور اپنی محبت سے زمانے کا رخ موڑ دیں۔ بقول شاعر:

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی، ارادت ہو تو دیکھ ان کو ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

اقبال کہتے ہیں کہ کاش! وادی لولاب کے باشندوں کی قسمت سنور سکے اور مصیبتیں برداشت کرنے والوں کے لیے خوشیوں کی صبح طلوع ہو۔ اقبال افسوس کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ اصل درویش صدیوں سے نایاب ہو چکا ہے اللہ کا وہ درویش جو خالصتاً اللہ کے لیے جیتا تھا اور مرتا تھا، جس کی مرضی اللہ کی مرضی میں تھی اب وہ درویش نظر نہیں آتا۔ بقول شاعر:

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کر دے کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں